ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

جدید سرائیکی شاعری کا دیہی سماجی اور عصری منظر نامہ

بدر مسعود خان[1]

پروفیسر ڈاکٹر جاوید حسان چانڈیو[2]

Abstract:
Modern Siraiki poetry is the narration of the life of people of Sariaki Wasaib. The land is of the same age as of the ancient culture and civilizations of the world. Reflection of any nation can be seen through its literature, particularly in the poetry of that language. Siraiki modern poetry has many dimensions. Due to this multi-dimensional attitudes it has the strength to express the life of common people of its land. It look likes the rainbow spreading its colour and making its land enlighten. Although the majority of the people of Sariaki Wasaib are poor and depressive. However they are happy with their fate, sorrows, tears and difficulties are of their identity people of rural area of this land are simple, contented and tolerant they earn their bread by honest meanings.
Keywords: Siraiki, Wasaib, Civilization, culture, depressive, fate, tears.

دنیا میں رہتے ہوئے جیتے جاگتے انسانوں کا ایک دوسرے سے رشتے ناتے کے حوالے سے اکھٹا ہو جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا آج بھی بہت خوب صورت ہے۔ روز مرہ کے معمولات میں لوگوں کا ایک دوسرے کا مدد گار بن جانا یگانگت کے جذبے کو فروغ دیتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ وقت نے آج ایسا روپ دھار لیا ہے۔ جہاں نفسا نفسی اور ذاتی مفادات نے ان سچے اور پر خلوص رشتوں ناتوں کو کہیں نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔ آج کے دور کا انسان جب اپنی حیاتی پر نظر ڈالتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بالکل تنہا اور اکیلا پاتا ہے۔ وہ آج بھی مل جل کر ایک خاندان میں رہنے کا متمنی نظر آتا ہے۔

تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی حوالے سے سرائیکی وسیب ایک وسیع خطہ دھرتی کا نام ہے۔ اس کی معاشرت کے دو پہلو نمایاں ہیں جن میں سے ایک دیہی سماج ہے اور دوسرا شہری سماج کے حوالے سے اپنی شناخت بنائے ہوئے ہے۔

اس معاشرت کے دونوں پہلوؤں میں اگرچہ بہت حد تک مماثلت بھی پائی جاتی ہے لیکن ان کے رسموں، رواجوں اور رہن سہن میں کہیں نمایاں فرق موجود ہے جو ان دونوں معاشرتوں کو الگ الگ شناخت دیتا ہے۔

سرائیکی وسیب کا دیہی سماج آج بھی شہری سماج سے کہیں بہت پیچھے موجود نظر آتا ہے۔ بنیادی ضرورتوں اور سہولتوں کا فقدان اس سماج کی شناخت ہے جہاں وڈیرہ شاہی، تمنداری اور غاصب حکمرانوں کے ظلم و ستم اور ناانصافیوں نے عام آدمی کے لیے سکھ کا سانس لینا بھی دشوار کر دیا ہے، ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے اپنی مرضی سے جینے کا حق صرف ان وڈیروں، سرداروں اور تمنداروں کا ہے اور غریب مفلس شخص انسان کہلانے کا حق بھی کھو چکا ہے۔ ظلم، جبر، عدم مساوات ناانصافی، معاشرتی بے چینی کسی بھی سماج کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ شدت پسندی اور ظلم و زیادتی کو کبھی بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔

ڈاکٹر سعید احمد لکھتے ہیں:

"تاریخ گواہ ہے کہ شدت پسندی کے رجحانات کو کبھی بھی معاشرہ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا، چاہے سماج میں رہنے والے لوگوں کو عصری حوالے سے ایسے عوامل کا سامنا بھی کرنا پڑ جائے تو بھی معاشرہ اس عمل کو کبھی بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا"(1)

سماج کی ترقی کا دارومدار اس کے باشندوں کی زندگیوں میں امن و سکون سے منسلک ہوتا ہے۔ لوگوں کی انتھک محنت، تگ و دو، ایک دوسرے کے لیے محبت، ہمدردی اور قربانی کے جذبات اور خلوص نیت معاشرے کی پائیداری کے ضامن ہوتے ہیں۔ انسان سماج میں اپنا مقام بنانے کی تگ و دو میں مرتبہ، عزت و شہرت کے حصول کی خاطر کبھی رسموں ریتوں میں اپنا وجود تلاش کرتا ہے اور کبھی روایتوں کا سہارا ڈھونڈتا نظر آتا ہے۔

---

[1] Assistant Professor, Department of Siraiki, , The Islamia University of Bahawalpur

[2] Professor, Dr. Jawed Hassan Chandio, Dean Faculty of Arts, The Islamia University of Bahawalpur

Vol.6 No.1 2022
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ناجائز دھن دولت اکٹھے کرنے والے وڈیروں، سرداروں کی نظر میں انسان کی کوئی حیثیت نہیں، انسانیت نام کا لفظ ان کی ڈکشنری سے خارج ہے۔ ان لوگوں کا دین دھرم روپیہ پیسہ ہے۔ اسی ناجائز دھن نے سماج میں بگاڑ کو جنم دیا ہے۔

اقبال دلبخت لکھتے ہیں:

"پیسہ سر فساد دی جڑ ہے

پیسہ ظالم تے بے ایمان

کئی کئی ویسی وٹینڈے پیسہ

تھی گمراہ بولینڈے پیسہ

رب رسول بھلینڈے پیسہ

دین ایمان ونجینڈے پیسہ(2)

سرائیکی وسیب کا دیہی سماج آج بھی پسماندہ ہے جہاں نہ سڑکیں ہیں نہ ہسپتال اور نہ ہی بنیادی انسانی ضرور تیں میسر ہیں۔ غربت، جہالت اور محرومی اس وسیب کی شناخت ہیں۔ جدید سرائیکی شاعری کے دیہی سماج میں وسیب کے اُن عظیم لوگوں کی حیاتی کو بیان کیا گیا ہے جن کو دولت رکھنے والے بظاہر شرفاء نے کمی کا نام دیا ہے۔ حالانکہ یہی کمی ہی اس دھرتی کا بھاگ اور سہاگ ہیں اس سماج کی رونق اور شان ان عظیم لوگوں کے دم سے ہے جو محنت مزدوری کرتے ہوئے اپنے لہو کے رنگ سے دھرتی کو رنگین بنا دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی حیاتی نے قوم کے مزاج کو ایک خاص راہ سے آشنا کیا ہے۔

قوموں کی ترقی ایسے جانثار، وفادار، مخلص اور محنتی لوگوں کی مرہون منت ہوا کرتی ہے۔ یہی کمی ہی اپنے دوسرے ہم منصب کا درد محسوس بھی کرتا ہے اور اس کا مداوا بھی کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے رب سے شکوہ بھی کرتا ہے۔ جاذب انصاری لکھتے ہیں:

"عجب ہے خدا اوتیڈی خدائی

شرفیں کو غربت دے وچ چا پھسائی

ظلم دی چکی وچ اینایں کوں پیسواہی

ظلم دے بزار وچ ڈیہداں واداں ہاں"(3)

سماج میں جہاں غربت، ظلم اور ناانصافی قدم جمانے لگتی ہے اور اس کے پنجے دھرتی میں پیوست ہونے لگتے ہیں تو حیاتی کا سفر اپنی رفتار مدھم کرنے لگتا ہے، دھرتی واسیوں کا خون پسینہ بے فیض مٹی میں مذب ہو جاتا ہے، شرم اور عقیدت سسکیاں لینے لگتی ہے، عصری تقاضوں سے ہمکنار آج کی جدید سرائیکی شاعری ایسے وسیبی لوگوں کی حیاتی کا بیانیہ ہے۔ یہی لوگ اس دھرتی کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ شاعر ان لوگوں کی زبان بن کر قوم دے نام نہاد ٹھیکیداروں اور وڈیروں سے مخاطب ہوتا ہے۔ جہانگیر مخلصی لکھتے ہیں:

"ظلم دے اُچے میناراں کوں

سُتی قوم دے بیماراں کوں

اوپرے حاکم کرتاراں کوں

کوڑے کوٹ دیاں دیواراں کوں

سنگتی ساتھی حُب داراں کوں

ڈھر دے گنگے زرداراں کوں

میڈے واروں اتنا آکھیں

پھٹ جگر دے سیوں ڑیوو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

خود جو گا کچھ تھیون ڈیوو

ہن تاں اساکوں جیون ڈیوو"(4)

غریب جیتے جی مر تا رہتا ہے۔اس کا ہر دن دوزخ کا روپ دھارے موجود ہوتا ہے، شرم اور غیرت سسکیاں لینے لگتی ہے۔ناجائز دھن و دولت اکھٹے کرنے والے یہ بیوپاری اپنی تسکین کا سامان گناہوں کی لذت میں ڈھونڈتے ہیں۔کسی کی ماں، بہن، بیٹی کی عزت کو تار تار کرنا ان کا مشغلہ بن جاتا ہے۔انسانیت، غربت اور بے بسی پر خون کے آنسو بہاتی نظر آتی ہے۔رحیم طلب لکھتے ہیں:

"وڈیاں وڈیاں کاراں والے

کیویں ہمدردی دے بوتے ڈسدن

لُٹ تے مال غریبیں دا

بے وس تے بد نصیبیں دا

ایہ وستی کالی وستی ہے

ہر بندے دے دل وچ کھوٹ

عزت غریب دی اینویں جانڑن

جیویں پنج روپے دا نوٹ"(5)

آج کا شاعر اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ دھرتی کی رونق کا سبب یہی کمی اور کسبی ہی ہیں جنھوں نے اپنے خون سے حیاتی کے دیے روشن کیے ہیں۔دکھ درد اور تکالیف صرف اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ پورا سماج اس کی تپش کو محسوس کرتا ہے۔غریبوں سے بغیر معاوضہ کے ونگار کے طور پر مشقت کروائی جاتی ہے اور اس مزدوری کا معاوضہ گالیوں اور کوسنوں کی صورت ادا کیا جاتا ہے۔اس کی شناخت مٹا دی جاتی ہے۔اس ناانصافی پر کسبی کے کرلاٹ خون کے آنسو بہاتے نظر آتے ہیں۔ایسی کیفیت میں شاعر آگے بڑھ کر ایسے کسبی کے ہاتھ پاؤں چومنے لگتا ہے اور اسے دلاسہ دیتا ہے۔عزیز شاہد لکھتے ہیں:

"میڈے وس ہووے میں ترٹ پوواں

تیڈے پیر چماں تیڈے پندھ چماں

تیڈے راہ دی دھوڑ دھمال چماں

تیڈی ونگ چماں تیڈے رنگ چماں

تیڈے نین چماں کونین چماں

وچ وسدی مونجھ ملال چماں"(6)

سرائیکی دیہی سماج کی شناخت یہ مجبور، محروم کمی، کسبی اپنا کوئی ٹھکانا بھی نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کے پاس زندگی گزارنے کے لیے بنیادی ضرورتیں موجود ہوتی ہیں۔ان تمام محرومیوں کے باوجود وہ اپنی مستی میں مست خوش رہتے ہیں۔وہ اپنے پروردگار کی رضا پر راضی ہو جاتے ہیں۔ان کی زندگی پکھی واس حیاتی کا روپ دھار لیتی ہے۔ان کی شناخت کو آج کا وسیبی شاعر بیان کرتا ہے۔

اقبال گورمانی لکھتے ہیں:

"بکھی بھوئیں دا بکھا بخت ہے بھائیوال اساڈا

بال اساڈے کنڈ ورانے پیروں رانے

اساں پکھی واس۔اساں ونگوں وانے

نہ کوئی اساڈیاں شادیاں خوشیاں

نہ کوئی وجدے دول

نہ کوئی ڈاچ ویہاج اساڈا

نہ اساڈے گل کوئی گابنے

اساں پکھی واس، اساں ونگووانے"(7)

شاعری کی پیدائش ہی بے چین اور حساس دل کے ساتھ وجود پاتی ہے۔ جو دکھ سکھ، ہجر و وصال کی کیفیات کو مخصوص حالت میں محسوس کرتا ہے۔ پرندوں اور جانوروں سے اس وسیب کا منظر نامہ اپنی جداگانہ شناخت بناتا دکھائی دیتا ہے۔ دیہی سماج کے لوگوں کی روزی روٹی کا سامان بھی ان جانوروں کی حیاتی کے ساتھ منسلک ہے۔ ریچھ کو لے کر بستی بستی پھرنے والے کبھی اس کو نچاتے ہوئے اپنے رزق کا سامان تلاش کرتے ہیں۔ کھجور کو چن کر خشک کرتے ہوئے یہ کبھی کسی انجانے خوف میں بھی مبتلا دکھائی دیتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ ان کو یہ محنت مزدوری کرنے کا حق تو دیا جائے۔ اشولال فقیر لکھتے ہیں:

"ساکوں ساڈی پکھی، روہی، تھل دمان

تے بیٹاں دے وچ راہون ڈیوو

ساکوں رچھ نچاون ڈیوو

ساکوں چھج تے چھبیاں بدھن

پڑچھے وڑن ڈیوو

ساکوں پنڈوں چن چن

ڈھپ وچ سکنے پاون ڈیوو

بھانویں موسم

ساڈے تن دے نیل نہ کجے

بھانویں کجے"(8)

دیہی سماج سے منسلک عام لوگوں کی زندگی کرب و اذیت کی داستان ہے۔ محرومی کا کرب ان کو درد اور مونجھ کی کیفیت سے آشنائی دیتا ہے۔ دیہی سماج کا روزگار زراعت سے منسلک ہے۔ اس وسیب کا جٹ کسان جب زمین میں فصل اگانا شروع کرتا ہے تو مستقبل کے کئی خواب اس کی انکھوں کا سرمایہ بننے لگتے ہیں۔ وہ اپنی جمع پونجی اور پالتو جانور تک اس فصل کی تیاری کے لیے بیچ دیتا ہے۔ اسے امید ہوتی ہے کہ فصل اچھی ہوگی اور اسے مناسب آمدنی حاصل ہو جائے گی مگر یہاں بھی حالات اس کا ساتھ دیتے دکھائی نہیں دیتے۔ فصل پک کر جب تیار ہو جاتی ہے تو وہ بہت حد تک مقروض ہو چکا ہوتا ہے اور اس پر مزید ظلم یہ ہوتا ہے کہ اس کی محنت کا صلہ اسے نہیں مل پاتا۔ فصلوں کے نرخ کم ہو جانے سے اس کے خواب بکھرنے لگتے ہیں۔ اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسو سارے منظر نامے کو ڈھندلاتے نظر آتے ہیں۔

جہانگیر مخلص لکھتے ہیں:

"ایں واری میں سوچیا ہا زیبو دا ٹکا گھنساں

ڈھولنا بنسی بھورل دا سر دا پٹکا گھنساں

کجھ تاں سکھا ساوا تھیساں، کجھ تاربار لہیساں

چھٹی دے ہر بوٹے وچوں نویں پرہ پھٹسی

میں ڈکھاں دی تاپش دے وچ رادھم اپنیاں فصلاں

بھوری ویچ رکھا نیں کیتم ول سیرے ونج جاتی

ہتھاں نال میں گوڈی کیتی کھاد ادھاری چاتی

پر حاکم دا ظالم تلہڑ میڈی جان تے وسیا

میڈیاں کھل مسکاراں گیاں، گیا سبھ کچھ میڈا کھسیا

کوئی پورا ارمان نہ تھیا پچ نہ سگیاں آساں

میں خواباں دی میت اتے کے تیئں روندا رہساں "(9)

آج کی سرائیکی شاعری حقیقت کے بہت قریب ہے۔ دھرتی کے ساتھ انسان اور دھرتی کے لوگوں کے ساتھ پیار اس کا موضوع ہیں۔ اپنی دھرتی کے ہر ہر شخص کو ہنستا بستا دیکھنے کی خواہش اس کی حیاتی کا مقصد ہے۔ دھرتی اور دھرتی واس کا ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر ماضی کی کوکھ سے حال اور حال سے مستقبل وجود پاتا ہے۔ آج کی سرائیکی شاعری اپنے اندر زندگی کی گہری رمز کو سنبھالے کھڑی ہے۔ جہاں دکھ، درد اور سول اس کا مقدر ہیں وہیں خوشیاں بھی اس وسیب کو رونق لگاتی رہتی ہیں۔ خوب صورت منظر مانے رکھنے والا سرائیکی وسیب رنگوں اور خوشیوں کی چادر اوڑھ لیتا ہے۔

سلیم احسن لکھتے ہیں:

" پھل کلیاں تے گلزاراں دی

میڈا دیس ہے جھوک بہاراں دی

اِتھ ون ون دے پھل تر ڑدے ہن

مشکاں دے جھولے کھڑدے ہن

اے دھرتی نور نظاراں دی

اتھ میوا پھَل پھُل جنت دا

ہے وسدا گھر سکھ راحت دا

اتھ موسم سوناونڈدے ہن

روہ، دریا، ماکھی ٹھنڈ دے ہن

میڈا دیس ہے جھوک بہاراں دی "(10)

ماضی کی طرف نگاہ ڈالیں تو جہاں محبت، سانجھ، رواداری، عزت و احترام، ہمدردی کے جذبات بھرپور طریقے سے لوگوں کی حیاتی کا حصہ تھے۔ اس سے الگ آج کا عہد افراتفری، ذاتی مفادات اور نفسا نفسی کا دور سمجھا جاتا ہے، ہمارے دریاؤں نے ہم سے مونہہ موڑ لیا ہے۔ کشتیاں ہمارے لیئے گمنام ہونے لگی ہیں۔ موسموں نے بھی اپنا مسکن تبدیل کر لیا ہے۔ ہمارے پتن بھی ہم سے رُخ موڑ گئے ہیں۔ سرائیکی دیہی سماج کو بختوں والا وسیب سمجھا جاتا تھا جہاں ایک دوسرے کے لیے خیر مانگی جاتی تھی، پتن کی خیر مانگی جاتی تھی۔ آج کا منظر قدرے مختلف ہے۔ ماضی کے اس تصور کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔ عبدالطیف بھٹی لکھتے ہیں:

" جتھ پیر ہووی اُتھ خیر ہووی

شالا جیویں، عمراں ڈھیر ہووی

نہ پیش پوی ڈکھ زیر ہووی

تیڈے بختیں بھاگ سہاگ لگن

تیڈے پتناں ٹھڑی ہیل گھلے

ہر سو جھل شام سویر ہووی "(11)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

سرائیکی دھرتی کے دیہی سماج کا بھاگ اور سہاگ کمی اور کہیں، مور کیہل، بھیل، موہانے اور کٹانے ہیں۔ ان عظیم لوگوں کی بدولت ہی دھرتی کا رخ روشن ہوتا نظر آتا ہے۔ زندگی کے اہم کدار ہیں۔ ان کی زندگی میں کبھی سکھ اور سکون قائم نہیں رہا۔ ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا ان کی عادت ہے۔ شاید یہی سماجی رویے کی دلیل بھی بنتی ہے۔ طنز و مزاح سے بھرپور یہ کردار وسیب وچ خوشیاں بکھیرنے بھی نظر آتے ہیں اور وسیبی لوگ ان کی باتوں سے لطف انداز ہوتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ رمضان فقید لکھتے ہیں:

"سس تے نونہہ دی تھئی تکرار — جھیڑا اپٹے گیا تارو تار
سس تے نونہ پیاں جھیڑا لائی — کالو آیا سوئی چاتی
سیر دے وچ بھر جائی دے لاتی — ساڈا ویندے ہن وقار
نونہہ تے سس وچ راہندی رنجی — سس کوں سڈے پھدی گنجن
سسی نمانی بڈھی لٹھی — نونہہ اوندی ہئی لووی پٹھی
ڈتس دھکا تلے ڈھٹی — رووے شودی زار و زار" (12)

دیہی سماج میں رسموں ریتوں کا ایک جہان آباد دکھائی دیتا ہے۔ رسمیں رہتیں اپنا جداگانہ تشخص رکھتی ہیں، کئی کئی دنوں تک جاری رہنے والی تقریبات میں پورا وسیب مصروف اور مشغول نظر آتا ہے۔ خواتین رنگ برنگے لباس پہنے، ہار سنگھار کرتی ہیں تو پورا دیہی سماج رنگ برنگی چادر اوڑھے رقص کرتا دکھائی دیتا ہے۔

حوالہ جات:

1۔ سعید اختر، ڈاکٹر، پاکستانی معاشرہ اور ثقافت، لاہور، ایورنیو بک پیلس، 2011، ص

2۔ دل بخت، محمد اقبال، پیسہ، نظم مشمولہ، ماہنامہ، سرائیکی ادب، ملتان، 1975ء، اپریل، ص32۔

3۔ جاذب انصاری۔ زمانے دی رفتار، نظم مشمولہ، ماہنامہ، سرائیکی ادب، ملتان، 1975ء، اپریل، ص36۔

4۔ مخلس، جہانگیر، پرہ باکھ، احمد پور شرقیہ، سمل پبلی کیشنز، 1992ء، ص64۔

5۔ رحیم طلب، کالی دستی کالے لوک، نظم مشمولہ، ماہنامہ، سنیہڑا، ڈیرہ غازی خان، فروری 1992ء، ص35۔

6۔ عزیز شاہد، ٹپل سری دے، ڈیرہ غازی خان، فرید سرائیکی سنگت، 1985ء، ص52۔

7۔ گورمانی، اقبال، اساں پکھی داس اساں ونگو دانے، نظم مشمولہ سنجان ادبی لڑی، ہر نمبرے، جون 2006ء، ص215۔

8۔ اشولال، فقیر، چھیڑونتھ نہ مری، لاہور، سانجھ پبلی کیشنز، 1989ء، ص30۔

9۔ مخلص، جہانگیر، پرکھ باکھ، مذکور، ص39۔

10۔ احسن، سلیم، جھکڑ جھولے، راولپنڈی، بک ویو، 1984ء، ص18۔

11۔ بھٹی، عبداللطیف، بیڑی جگ دا سارا پور، ملتان، جھوک رنٹرز، 2004ء، ص36۔

12۔ فقیر، رمضان، سس نونہہ دا جھیڑا، سرائیکی شاعری وچ طنز و مزاح، مرتب، فیض بلوچ، ملتان، جھوک پبلشرز، 2006ء، ص39۔